

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

مجلس ادارت

صدر مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمن  
مدیر اعلیٰ: مفتی عبدالحق آزاد  
مدیر: محمد عباس شاد

لاہور

ماہنامہ

# رحیمیہ

ذیہرستی: حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مشفقین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

اگست 2010ء / شعبان، رمضان المبارک 1431ھ جلد نمبر 2، شماره نمبر 8 ☆ قیمت فی شمارہ: مبلغ 12 روپے ☆ سالانہ نمبر شپ: مبلغ 150 روپے

## ترتیب عنوانات

- 2 درس قرآن..... مولانا خواجہ عبدالحق فاروقیؒ
- 2 درس حدیث..... مولانا خواجہ عبدالحق فاروقیؒ
- 3 ادارہ..... مدیر اعلیٰ
- 3 تحریک آزادی اور فکری مغالطے..... محمد عباس شاد
- 4 خطبہ جمعہ المبارک..... مفتی عبدالحق آزاد
- 7 روحانی تربیتی اجتماع رمضان المبارک 1431ھ، 2010ء
- 7 معمولات ماہ رمضان المبارک ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ.....
- 8 اہم شہروں کا نقشہ اوقات سحر و افطار.....

## مجلس مشاورت

- |                                    |                    |
|------------------------------------|--------------------|
| حضرت مولانا مفتی عبدالستین نعمانی  | (پورے والا)        |
| حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر         | (چشتیاں)           |
| حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی    | (لاہور)            |
| حضرت مولانا محمد عتیق حسن          | (نوشہرہ)           |
| حضرت مولانا پروفیسر حسین احمد علوی | (چشتیاں)           |
| حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد     | (ذریہ اسماعیل خاں) |
| محترم محمد اسلوب قریشی             | (لاہور)            |
| محترم سید مطلوب علی زیدی           | (لاہور)            |
| حضرت مولانا مفتی محمد شرف عاقل     | (سعودی عرب)        |
| محترم سید اصغر علی شاہ بخاری       | (پیر جو گوٹھ)      |
| محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ مصوی     | (سکر)              |
| محترم سید سیف الاسلام خالد         | (راولپنڈی)         |
| محترم ڈاکٹر عبدالرحمن راؤ          | (سرگودھا)          |
| محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی     | (کراچی)            |
| حضرت مولانا قاری تاج افر           | (اسلام آباد)       |
| حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز    | (جھنگ)             |
| حضرت مولانا قاضی محمد یوسف         | (حسن ابدال)        |
| حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی     | (شکار پور)         |

حضرت اقدس مولانا  
ارشاد گرامی شاہ سعید الرحمن رائے پوری قدس سرہ

مشفقین ثانی خاتقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

”بغیر پوری توجہ کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ اور پوری توجہ سے عام طور پر اگر خدا کا فضل شامل حال ہو تو ایک ہی کام ہو سکتا ہے۔ جس طرح آپ حضرات یہ رمضان کا مہینہ یہاں دن رات ایک ہی خیال میں گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر اسی طرح ایک زمانہ گزر جائے تو توجہ الی اللہ پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک مہینے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہاں! اگر پوری توجہ سے کام لے تو تھوڑے ہی عرصے میں ذکر اللہ کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو حالات بدلنے پر جاتے بھی رہتے ہیں۔ چنگی بڑی مشکل سے پیدا ہوتی ہے۔“

حضرت (شاہ عبدالرحیم رائے پوری) رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ: ”مولوی صاحب! چراغ جلانے کے لیے چراغ، تیل، بتی وغیرہ کا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ مگر بھانے کے لیے ایک پھونک کافی ہوتی ہے۔ ایک بڑی نظر بھی کسی طرف ڈالنا سب کچھ برباد کر سکتا ہے۔“ دوبارہ فرمایا: ”بغیر پوری توجہ کے کوئی چیز پورے طور پر حاصل نہیں ہوتی۔ اور جس سے مخلوق کو فائدہ پہنچنے کی امید ہو، اُس کو اپنے جائز دنیاوی نفع و نقصان سے بھی اونچا ہو جانا چاہیے۔ تب ہی نفع پہنچ سکتا ہے۔“

(مجلس: 09 رمضان المبارک 1365ھ مطابق 07 اگست 1946ء، بمقام: رائے پور، اٹلیا)

(ارشادات از حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ، ص 29، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، 25 لوزن مال، لاہور)

ادارہ رحیمیہ لاہور



شعبہ مطبوعات

میلن کیمپس لاہور رحیمیہ ہاؤس، 33/A کونیز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور  
092-42-36307714, 36369089 www.rahimia.org

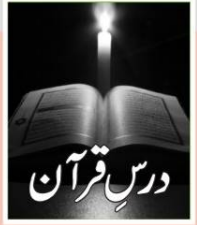
ریجنل کیمپس ملتان  
رہ: ہاؤس 30/A، طرے نمبر 2، نان کانوی  
چنگی نمبر 17، ایل ایم کیمپس ملتان  
0092-61-6212021

ریجنل کیمپس سکھر  
قیٹ نمبر 111، 1st فلوئر، رائل پارک سٹریٹ  
ریجنل کیمپس سکھر  
0092-71-5615185

ریجنل کیمپس کراچی  
رہ: ہاؤس 9/A، بنیو پور، جامعہ سماوی، بلاک نمبر 21  
راٹر مہاس، روڈ نمبر 1، ایریز کراچی  
0092-21-36321616, 36320707

سالانہ نمبر شپ کی رقم ”ناہم ہفتے کے نام ارسال کریں، اپنا پتہ صاف اردو خوش خط لکھ کر بھیجیں۔“ پرچہ ہر ماہ کی 3 اور تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔



## رمضان المبارک کی اخصیائت

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ



## روزے کا حقیقی مقصد

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْقُرْآنِ (2: 185)  
ترجمہ: ”رمضان کا مہینہ وہ ہے، جس میں لوگوں کی ہدایت کے لیے قرآن نازل ہوا۔ اور اس میں ہدایت کی روشن دلیلیں ہیں۔ اور حق کو باطل سے جدا کرنے والا ہے۔“

رمضان (ماہ رمضان) یہ لفظ رَمَضٌ سے نکلا ہے۔ جس کے لفظی معنی دھوپ اور گرمی کی شدت کے ہیں۔ یہ اسلامی سال کے نویں مہینے کا نام ہے۔ اسلامی سال، شمسی نظام کے بجائے قمری نظام سے چلتا ہے۔ اور چاند کے مہینے مختلف موسموں میں ادل بدل کر آتے ہیں۔ اس لیے رمضان بھی مختلف موسموں میں آتا ہے۔ اور روزے دار کو ہر قسم کے موسم میں روزے رکھنے کا موقع ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رمضان المبارک کے اندر روزے مقرر کرنے کی خصوصیت اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ اس ماہ مقدس میں قرآن حکیم کا نزول ہوا۔

قرآن مجید یوں تو تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ اور تیس سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔ لیکن اس کی ابتدا اس مقدس مہینے ”ماہ رمضان“ سے ہوئی۔ سب سے پہلے سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات حضور اکرم ﷺ پر غار میں اس ماہ میں نازل ہوئی تھیں۔ احادیث مبارکہ میں یہ بھی آیا ہے کہ ”لیلتہ القدر“ میں پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اترا۔ اور پھر تھوڑا تھوڑا کر کے آں حضرت ﷺ پر نازل ہوتا رہا۔ رمضان المبارک میں اللہ کا نام نازل ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی یادگار قائم رکھنے کے لیے اس میں روزے فرض کر دیے۔ کلام اللہ، نوع انسانی کی زندگی کے لیے ہدایت نامہ ہے۔

آیت کی ابتدا میں رمضان المبارک کی فضیلت واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ قرآن مجید آخری آسمانی کتاب اسی مہینے میں آخری نبی پر اتنی شروع ہوئی۔ اب یہاں قرآن مجید کی تین خصوصیات بیان فرمائیں: (1) ”هُدًى لِّلنَّاسِ“ (انسانیت کے لیے ہدایت) یہ کہ قرآن مجید تمام بنی نوع انسان کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ ہر فرد اپنے خالق حقیقی اور زندگی کی صحیح منزل تک پہنچنے کے لیے صحیح راستہ صرف قرآن مجید سے ہی حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ رہنمائی کا ہر ذریعہ غلط ہوگا۔ اس کے سوا ہر راستہ گمراہی کا ہے۔ سیدھے راستے کی طرف ہدایت قرآن مجید اور صرف قرآن مجید ہی کر سکتا ہے۔ انسان کی زندگی کو مجموعی طور پر کامیابی سے گزارنے کے لیے اس کے ہر پہلو سے متعلق قرآن مجید نے ایسے قاعدے دیے ہیں، جو سیدھے راستے اور حقیقی منزل کی نشان دہی کرتے ہیں۔ (2) ”بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ“ (ہدایت کی روشن دلیلیں) یہ کہ قرآن مجید نے ہدایت اور رہنمائی کے تمام اصولوں اور ضابطوں کو اس قدر رکھول کر بیان کیا ہے کہ وہ بالکل صاف، آسان اور سہل ہو گئے ہیں۔ اور ہر شخص انھیں سہولت کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔ چون کہ قرآن کی خوبی ”بینات“ (کھلے کھلے دلائل) ہے۔ اس لیے قرآن پاک کے اصول، عام فہم، سادہ اور قابل عمل ہیں۔ کوئی بات عقل کے خلاف اور کوئی اصول ناقابل عمل نہیں۔ (3) ”وَالْقُرْآنِ“ (حق کو باطل سے جدا کرنے والا) قرآن مجید کی تیسری خوبی یہ ہے کہ جو لوگ اس مقدس کتاب کو پڑھتے ہیں، ان میں صحیح فیصلہ کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ سچ اور جھوٹ، صحیح اور غلط، حق اور باطل، ایمان اور کفر، اصلاح اور فساد، اطاعت اور سرکشی اور عبادت و انکار میں فرق کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اچھے اور بُرے میں تمیز کر سکتے ہیں۔ اس لیے کہ قرآن مجید کی صفت ”الفرقان“ (حق اور باطل میں تمیز کرنے والا) ہے۔ ایسی کتاب، جس میں یہ تین خوبیاں ہوں، اس کا ہر حکم انسان کے لیے زندگی کا پیغام نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے ہر حکم میں ان گنت برکتیں اور حکمتیں بھری ہوئی ہیں۔ کاش! مسلمان اللہ کے اس آخری پیغام کو خود بھی سمجھیں۔ اور دنیا کو بھی سمجھا سکیں۔ اگر ہم دنیا کے کوئے کوئے میں اللہ کا نام نہ پھیلا سکتے تو یہ امانت میں خیانت ہوگی۔

عن ابي هريرة رضى الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه.“  
ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص جھوٹ بولنا اور فضول و لغو کام کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو اس بات کی کچھ ضرورت نہیں کہ روزے کا نام کر کے وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“

دین اسلام کے پانچ بڑے ارکان میں سے ایک رکن روزہ ہے۔ دوسرے ارکان اسلام کی مانند اس کا مقصد بھی انسانی نفس کا تزکیہ کرنا ہے۔ تاکہ انسان نیکی کی طرف مائل ہو۔ اور برائی سے بچے۔ روزے کا فریضہ تقریباً ہر اہمیت میں رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی کبھی روزے رکھا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد جب آپؐ مدینہ منورہ تشریف لائے اور آپؐ نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ محرم کی دس تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں۔ تو آپؐ نے اس کا سبب دریافت فرمایا۔ انھوں نے بتایا کہ: ”اس تاریخ کو نبی اسرائیل نے فرعون کے چمچہ ظلم سے نجات پائی تھی۔ اور فرعون غرق ہوا تھا۔ اس لیے ہم اس خوشی میں یہ روزہ رکھتے ہیں۔“ آپؐ نے فرمایا: ”پھر مجھے تو سب سے پہلے یہ روزہ رکھنا چاہیے۔“ چنانچہ آپؐ محرم کی دس تاریخ کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اس کے بعد جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو عاشرہ محرم کا روزہ نقل رہ گیا۔

رمضان المبارک کے روزوں میں بہت سی حکمتیں اور برکتیں ہیں۔ روزے کے فضائل ان گنت ہیں۔ روزے سے انسان میں تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ بُری عادتوں اور بُرے اخلاق سے پرہیز کرتا ہے۔ صبح سے شام تک فاقے سے رہنے سے صبر و استقامت کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ غریبوں کی جھوک کا احساس ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ اور اللہ کی طرف توجہ لگانے اور اس سے تعلق پیدا کرنے کا زحمان پیدا ہوتا ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزے کے اندر کھانا پینا چھوڑنے کے ساتھ روزے دار کو دوسری ناپسندیدہ حرکتوں اور عادتوں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اللہ کو روزہ دار کا تقویٰ مطلوب ہے۔ محض فاقے سے رہنا پسند نہیں۔ جو شخص روزہ رکھتا ہے۔ اور جھوٹ بھی بولتا ہے۔ فضول گوئی کرتا ہے۔ لہو و لعب اور کھیل تماشے میں مصروف رہتا ہے۔ دھوکہ بازی اور فریب دہی میں سرگرم رہتا ہے۔ خود غرضی اور ہوس پرستی کو نہیں چھوڑتا۔ تو ایسے شخص کے روزے سے کیا فائدہ؟ روزہ صرف جھوکے رہنے کا نام نہیں۔ بلکہ جھوکا رہنا تو ذریعہ ہے اس چیز کا، کہ تمام بُرائیاں دور ہوں۔ اور نیکیوں کی طرف رغبت پیدا ہو۔

ارشاد نبویؐ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو روزے دار کا تقویٰ پسند ہے۔ محض اس کا جھوکا پیاسا رکھنا مقصود نہیں۔ اور تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے اندر حق و باطل میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ سچ اور جھوٹ میں فرق و امتیاز حاصل کر لے۔ نیکی اور بدی میں فرق معلوم ہو جائے۔ عدل اور ظلم کے بارے میں واضح شعور حاصل ہو جائے۔ اور پھر حق، سچ، نیکی اور عدل کو دنیا میں غالب کرنے کا جذبہ بیدار ہو جائے۔ اپنی تمام ہمتوں کو ان اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے سرگرم عمل بنالے۔ اور باطل، جھوٹ، بدی اور ظلم کے نظام سے مکمل برأت اور علاحدگی اختیار کرے۔ اور ایسے ماحول کی بد اخلاقیوں، سُوء ودونائش، فضول اور لغو کاموں سے مکمل اجتناب برتے۔ اگر روزے کے یہ فوائد حاصل ہوں تو اُس کی جھوک اور پیاس سے صحیح نتائج پیدا کیے۔ لیکن اگر یہ فوائد نہ ہوں تو اللہ کے نزدیک محض جھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی اہمیت نہیں۔

تحریک آزادی  
اور فکری مغالطے

محمد عباس شاد

اگست کے مہینے میں پاکستانی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا تاریخ کے ایک مخصوص تصور کے تحت مضامین شائع کرتا اور نشریات دکھاتا ہے۔ جس میں ایک مخصوص زاویہ فکر سے اس خطے کی تاریخ کو سمجھا گیا جاتا ہے۔ بلکہ ”مطالعہ پاکستان“ کے نام سے جو ہماری نصابی تاریخ لکھوائی گئی ہے، اسے تاریخ نویسی کے ”فکری مغالطے“ کی حیثیت حاصل ہے۔ ہمارے سرکاری مؤرخ اور درباری دانش ور آج تک اس خطے کی تاریخ، فرقہ وارانہ نقطہ نظر اور مذہبی تنگ نظری کے تناظر میں لکھتے رہے ہیں۔ وہ تاریخی عمل کو اس خطے کے سیاسی، معاشی، سماجی اور معاشرتی رجحانات کے تناظر میں دیکھنے سے قاصر ہے۔ ان کی ہندو دشمنی نے انہیں انگریز کے کردار کو سمجھنے کی مہلت ہی نہیں دی۔ انھوں نے پوری تاریخ ”نظریہ پاکستان“ کے خود ساختہ فریم ورک میں لکھی۔ چونکہ انھوں نے سامراجی مفادات کے لیے خطے کی تقسیم کا جواز فراہم کرنا تھا، اس لیے انھوں نے یہاں کی انسانی برادری کو مذہب کے مقدس نام سے تقسیم کر کے رکھ دیا۔ فرقہ پرست مؤرخ ہمیشہ اپنے تنگ نظری پر مبنی خیالات کا اسیر ہوتا ہے۔ خیالات کا ایک طرفہ اور اندھا پن اسے معروضی حقائق سے منہ موڑنے پر مجبور کرتا ہے۔

آج اس طبقاتی اور فرقہ وارانہ نقطہ نظر کے متبادل قومی اور معروضی نقطہ نظر نے لوگوں کے تاریخی شعور کو بیدار کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور نئی نسل خطے کی قومی تاریخ کو آزادی کے حقیقی کرداروں کی روشنی میں پڑھنا چاہتی ہے۔ ہم اگر تاریخ کو زمینی حقائق کے تناظر میں پڑھنا چاہیں تو اسے دو عنوانوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔ اس کا پہلا عنوان ”تحریک آزادی“ ہے۔ اور دوسرا عنوان ”تقسیم ملک“ ہے۔

آزادی کی تحریک وہ ہے، جو اس خطے پر انگریزوں کے غاصبانہ قبضے کو فوراً بعد شروع ہو جاتی ہے۔ اس تحریک آزادی کی بدولت ہی اس خطے کو آزادی نصیب ہوئی۔ یہ تحریک پوری دنیا میں برطانوی سامراج کے خلاف یہاں کی قومی آزادی کی تحریک سمجھی جاتی ہے۔ اس تحریک میں اس خطے کی تمام مذہبی شناخت رکھنے والے لوگوں اور برادر یوں نے یکساں کردار ادا کیا ہے۔ اس لیے اس خطے کی آزادی کی تاریخ مذہبی اور فرقہ وارانہ نقطہ نظر سے لکھی ہی نہیں جاسکتی۔ جب کہ دوسری تحریک، بعد کے دور کی ایک اگلی ریاست کے حصول کی تحریک ہے۔ جس میں مسلمانوں کی اشرافیہ نے آزادی کی قومی تحریک سے علاحدہ ہو کر اگلی ملک لینے کے لیے جدوجہد کی۔ جس میں انھیں بالادست قوتوں کی حمایت کی بدولت کام باہی ہوئی۔ اور وہ اسلام اور مسلمانوں کے نام پر ایک علاحدہ ملک حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تنگ نظری کے اسیر مؤرخین نے تاریخ لکھتے ہوئے ان دو اگلی عنوانات کو غلط ملط کر دیا۔ جس کے سبب تاریخ کا طالب علم طویل جدوجہد آزادی اور محدود مدت کی حصول ملک کی تحریک کو اگلی اگلی کرنے میں ناکام ہو گیا۔ اسی لیے ہماری نصابی تاریخ میں آزادی کی حقیقی قیادت کو سامنے رکھنے کی بجائے اپنے من پسند کردار تراش لیے گئے۔

بر عظیم پاک و ہند کی وہ قیادت جنھوں نے اس خطے کی آزادی کے لیے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جنھیں جلاوطنیاں سہنی پڑیں۔ انھیں فراموش کر دیا گیا۔ اور جو شریک سفر نہ تھے، انہیں منزل مل گئی۔ قوموں کی آزادی میں سال ہا سال بیت جاتے ہیں۔ لیکن ہماری علاحدہ ملک لینے کی تاریخ محض سات سال پر محیط ہے۔ جس میں نہ کوئی گرفتاری عمل میں آئی۔ اور نہ کسی لیڈر نے جیل کو رونق بخشی۔ دنیا کی آزاد قومیں، جو آزادی کی اپنی ایک تاریخ رکھتی ہیں، ہمارے خود ساختہ وجودوں کا انہی اور مذاق اڑاتی ہیں کہ یہ کیسی نرالی قوم ہے جو سات سالوں میں ایک ملک حاصل کر لیتی ہے۔ اور اس کے لیڈروں کو خراش تک نہیں آتی۔ اور یہ نئی مملکت نہ اس وقت کے سامراج اور نہ آج کے سامراج کے لیے کوئی خطرہ ثابت ہوئی۔ بلکہ اُس کے عالمی نظام کا آلہ کار بنی رہی۔

بقیہ صفحہ 6 پر

آزادی و حریت انسانی زندگی کا بنیادی جوہر ہے۔ انسانیت کے فطری اخلاق میں سے عزت نفس اور بلندی فکر عمل ایک اساسی قدر کے طور پر پہچانی جاتی ہے۔ جو قومیں اس بنیادی قدر اور انسانی جوہر کی حفاظت کرتی ہیں، وہی دنیا میں کامیاب و کامران ہوتی ہیں۔ اور جو قومیں انسانیت کے اس قیمتی جوہر کی حفاظت سے غفلت برتیں، وہ دنیاوی ذلت و رسوائی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

برصغیر پاک و ہند کا یہ خطہ تقریباً دو سو سال تک (1757ء تا 1947ء) غلامی میں مبتلا رہا۔ اور قومی آزادی اور انسانی حریت سے محروم رہا۔ اس دور میں ہندوستان میں بسنے والی جماعتوں کے کردار کا جائزہ لینے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ قومی آزادی و حریت کے حوالے سے ان کا کردار کیا رہا؟ غلامی و پستی کی ذلت سے نکلنے کے لیے ان کی جدوجہد اور کوشش کی نوعیت کیا رہی؟ اس خطے کی تاریخ کا صحیح تجزیہ ہی ممکن ہے، جب کہ ہم ہندوستان میں بسنے والے تمام انسانی گروہوں اور جماعتوں کے رویوں، افکار و خیالات اور جدوجہد و کردار کا جائزہ اس تناظر میں لیں۔

یہ حقیقت ہے کہ دو سو سالہ غلامی کے دور میں ہندوستان میں بسنے والے لوگوں کے مجموعی رویے، افکار و خیالات اور جماعتی تشکیل کے عملی پہلوؤں پر سامراجی نظام کا تسلط رہا ہے۔ ایسے ماحول میں جن افراد اور جماعتوں کے رویے غلامانہ ذہنیت کے حامل رہے۔ اور وہ باہر سے آئے ہوئے غاصب حکمرانوں کے زیر سایہ مفادات حاصل کرتے رہے۔ انھوں نے عارضی فائدوں کے حصول کے لیے قومی ذلت و رسوائی کے سودے کیے۔ ندری اور کارکناب کیا۔ قومی آزادی کو گروہی رکھا۔ حریت کے جوہر کی آب و تاب کو غلامی کی گندگی سے آلودہ کیا۔ غیر ملکی آقاؤں کے بوٹ پالش کر کے جاگیریں حاصل کیں۔ مراعات اٹھائیں۔ عصری تعلیم کے نام پر غیر ملکی سامراجی نظام کی کلر کی اختیار کی۔ سامراجی سازشوں کا حصہ بن کر مذہبی منافرت، تقسیم اور تنگ نظری و جمود کو فروغ دیا۔ یقیناً ایسے لوگ اور جماعتیں ملک و قوم کے ماتھے پر کلنگ کا ٹیکہ اور بدنام داغ ہیں۔

اور جن جماعتوں، افراد اور شخصیات نے آزادی و حریت کے جوہر کی حفاظت کی۔ انسانی اقدار کی بلندی کے لیے قربانیاں دیں۔ غلامی اور بد حالی، غربت و افلاس اور بھوک کے انتہائی سرمایہ داری اور جاگیر داری نظام کے خلاف بغاوت کی۔ مزدوروں، کسانوں اور پے ہوئے طبقات کے لیے بلا تفریق رنگ و نسل و مذہب جدوجہد اور کوشش کی۔ انھوں نے بلاشبہ انسانیت کو غلامی سے نکالنے کی جدوجہد کی۔ اور اس خطے کے عوام کی خدمت کی۔ ملکی ترقی اور قومی آزادی کا راستہ اختیار کیا۔

اگست 1947ء میں برطانوی سامراج کے تسلط کا خاتمہ دراصل انھیں حریت پسند مجاہدوں اور قربانی دینے والے عظیم رہنماؤں کی جدوجہد اور کوششوں کا مرہون منت ہے۔ قومیں وہی کامیاب ہوتی ہیں، جو اپنی آزادی کی حفاظت کریں۔ اور آزادی کی نعمتوں سے صحیح طور پر مستفید ہونے کے لیے اپنے فکر و فلسفے کے مطابق درست نظام قائم کرنے کے لیے فکر مند ہوں۔ اور آزادی کی حفاظت کرنے کے لیے ہمہ جہتی قربانی دینے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے، وہ ملک جو تیرہ سو سال قبل اس خطے کے قومی حریت پسندوں کی جدوجہد سے برطانوی سامراج کے چنگل سے آزاد ہوا، آزادی کی نعمتوں سے پوری طرح مستفید ہونے کے بجائے آج بھی امریکی سامراج اور سرمایہ داری نظام کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے۔ اس کے بچے استبداد سے نکلنے کے لیے جس بیداری فکر و عمل کی ضرورت ہے اور جس جذبہ، شعور و آگہی اور کوشش و کاوش کی ضرورت ہے آج بھی ہمیں اس سے محروم رکھا جا رہا ہے۔ جب کہ قوموں کی زندگی میں آزادی کا شعور، اس کی حفاظت اور صحیح خطوط پر جدوجہد بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ یوم آزادی کے اس موقع پر انہی کے حصول کا عزم کرنا کامیابی کی دلیل ہے۔

(مدیر اعلیٰ)



# رمضان المبارک

نفس انسانی کے تربیت اور تزکیے کا مہینہ

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ 21 اگست 2009ء، بمقام ادارہ رجیہ علوم قرآنیہ، لاہور) ضبط و تحریر: مولانا محمد جمیل

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد: قال اللہ تعالیٰ: فمن شهد منکم الشهر فلیصمه، قال النبی ﷺ: ”من صام رمضان إیماناً و احتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه. صدق اللہ و صدق رسولہ النبی الکریم.

ہے۔ اس نفس انسانی کی درنگی کے لیے فکر مند نہ ہونا، بڑی عاقبت اندیشی ہے۔ یہ بہت ہی سطحی سوچ ہے۔ حقیقی طور پر مسلمان، بلکہ سچا انسان وہ ہے، جو مزاج انسانی کے ان تمام بنیادی شعبوں کی صحت اور ان کی درنگی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

رمضان المبارک کا یہ مہینہ جو ابھی شروع ہوا چاہتا ہے۔ یہ دراصل انسان کی روح کے امراض کے علاج کے لیے ہیں۔ یہ روح کی کمزوریاں دور کرتا ہے۔ اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کو ختم کرتا ہے۔ اس میں جو عدم توازن پیدا ہو چکا ہے۔ اسے ختم کر کے اعتدال اور توازن پیدا کرتا ہے۔ اب روح کی بیماری کا علاج کیا ہے۔ تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ مرض کیا ہے۔ آج کل ان امراض کے علاج کرنے کے دعوے دار بہت ہیں۔ بہت سے لوگ خانقاہوں کے نام پر کام کرتے ہیں۔ بہت سے مراکز ہیں۔ دین کے نام پر کام کرنے والی بہت سی جماعتیں ہیں۔ اور ان تمام کا دعویٰ ہے کہ ہم انسان کے روحانی امراض کا علاج کرتے ہیں۔ لیکن حالت یہ ہے کہ روحانی امراض بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کے تشخیص کردہ روح کے امراض بہت محدود اور سطحی نوعیت لیے ہوئے ہوں؟ اور ان کے علاج کا طریقہ کار، غیر سائنٹیفک ہے؟ طریقہ کار درست نہ ہو؟ جب مرض کی درست شناخت نہ ہو تو اس کا درست علاج کیسے ممکن ہے؟

آج ہمارے ہاں انسان کو روحانی مریض قرار دے کر اس کو جسم کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے سے ہٹا کر ایک محدود دائرے میں بند کر دیا جاتا ہے۔ اور روحانی مرض کے علاج کا طریقہ یہ قرار دیا جاتا ہے کہ انسان دنیا کی تمام چیزوں سے علاحدگی اختیار کر لے۔ سیاست سے، معیشت سے، تہذیب و کچھڑ سے، زندگی کی تمام عملی سرگرمیوں سے کنارہ کش ہو کر ایک محدود دائرے میں، ایک محدود گنبد میں بند ہو جائے۔ اور وہاں اس کا کام صرف یہ ہو کہ کچھ وظائف کر لے۔ کچھ عبادت کر لے۔ کچھ تلاوت کر لے۔ کچھ ظاہری رسی اعمال کر لے۔ ان تمام اعمال کے باوجود اس کے روحانی امراض کا علاج نہیں ہوتا۔ جیسے ہی وہ ایک مخصوص مذہبی ماحول سے باہر نکلتا ہے۔ بازار میں جاتا ہے تو اس کے ایمان کے منافی ماحول کی کتنی بھی چیزیں ہیں، وہ اس کو متاثر کرتی ہیں۔ اس کا جھوٹا ختم نہیں ہوتا۔ اس کا حسد ختم نہیں ہوتا۔ اس کے بغض میں کمی نہیں آتی۔ اس کے اخلاق کے اندر درنگی نہیں ہوتی۔ وہ جھوٹ کے نظام کا ساتھ دینے میں اسی طریقے سے کردار ادا کرتا ہے، جیسے وہ آدمی جو اس قسم کے روحانی وظائف نہیں بھی کرتا۔ عام طور پر اس میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ معاملات میں، لین دین میں، خرید و فروخت میں ایک مذہبی آدمی اور غیر مذہبی آدمی کے کردار میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

چند آدمی، جو طبی اور فطری طور پر نیک ہوں ان کی بنیاد پر مباحثوں کے تجزیے نہیں کیے جاتے۔ مجموعی طور پر ہماری زندگی کا طرز عمل کیا ہے؟ پہلے اس کا تجزیہ کیا جانا ہے کہ روحانی امراض کے علاج کے نام پر مذہبی اعمال کیسے جاتے ہیں، رسمی عبادت کی جاتی ہیں۔ مذہبی رسوم سرانجام دی جاتی ہیں۔ اب ایسے لوگوں کے اخلاق اور رویے اور ایک عام دوسرے انسان کے رویوں میں کیا فرق ہوا؟ کوئی فرق نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یا تو مرض کی درست تشخیص نہیں ہوئی۔ اور اگر کسی درجے میں تشخیص ہوئی تو اس کے علاج کا طریقہ کار غلط ہے۔

امام شاہ ولی اللہ دہلوی اور ولی اللہ علی جماعت کے وہ مجددین اولیاء اللہ، جنہوں نے انسانی مزاج کو سمجھا۔ اس کے امراض کو سمجھا۔ ان امراض کے علاج کا درست طریقہ کار دریافت کیا۔ اور انہوں نے اس بات کی کوشش کی کہ ہم درست طور پر اپنے امراض کی شناخت پیدا کریں اور اس کے علاج کے لیے فکر مند ہوں۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ دیکھیں انسانی مزاج یا انسانی نفس ناظرہ صرف اور صرف روح کے ملکی تقاضے پر مبنی نہیں ہے۔ وہ ملکیت اور بحیثیت جسمانی تقاضوں اور ملکی (روحانی) تقاضوں کا مجموعہ ہے۔ دونوں کے باہمی ملاپ کا مقام ہے۔ اس کو ایسے سمجھنا چاہیے جیسے پانی کے دو اجزاء، آکسیجن

معزز دوستو! رمضان المبارک کا آغاز ہوا چاہتا ہے۔ اور یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان اوقات کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان کی عظمت اور محبت دل میں رکھتے ہوئے اپنے آپ کو تبدیل کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرنی چاہیے۔ دین اسلام کی تمام عبادت اس لیے ہیں کہ ان کے ذریعے سے انسان میں مثبت اقدار، اعلیٰ اخلاق اور دین کی سمجھ بوجھ پیدا ہوتی ہے۔ انسان کا تعلق اللہ سے مضبوط ہوتا ہے۔ اور اللہ سے اس تعلق کے نتیجے میں یہ صلاحیت اور استعداد پیدا ہوتی ہے کہ وہ انسانیت کی خدمت کا کام پوری ذمہ داری سے سرانجام دے۔ انسان کی کامیابی دراصل اسی بات میں مضمر ہے کہ وہ اپنے خالق اور مالک اللہ رب العزت کی معرفت حاصل کر کے اس کے ساتھ ایک سچا تعلق قائم کرے۔ اس کی محبت اور چاہت اپنے دل میں پیدا کرے۔ اور اللہ کے اس تعلق سے اس میں انسانی خدمت کا جذبہ بیدار ہو۔ انسانی خدمت کے امور سرانجام دینے کے لیے اس میں صلاحیت اور مہارت پیدا ہو۔

جتنی بھی عبادت ہیں، وہ دراصل ان بنیادی اساسی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ہیں۔ خاص طور پر رمضان المبارک کا مہینہ اور اس کی برکات اس حوالے سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ ایک انسان جب اللہ سے تعلق کے نتیجے میں بھوک، پیاس برداشت کرتا ہے۔ خواہشات سے اپنے آپ کو روکتا ہے اور اللہ کے تعلق سے اس کے اندر تبدیلی آتی ہے۔ اور اس کا اپنی حالت کا بدلنا ہی دراصل اس کی کامیابی ہے۔ آدمی کا ایک حالت پر رُکے رہنا درست نہیں۔ بلکہ انسان کی حالت کے اندر ایسا تغیر پیدا ہوتا رہنا چاہیے کہ جس سے مسلسل ترقیات حاصل ہوں۔ حیوانیت ٹوٹے اور ملکیت کے اوصاف اس کے اندر پیدا ہوں۔ اعتدال اور توازن جو انسان کے مزاج کا اصل فطری حصہ ہے، اس کے اندر پیدا ہو۔ اور روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو اس حوالے سے بڑا بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ روزہ انسان کی بے حیثیت کو توڑتا ہے۔ اس کی حیوانی خواہشات کو کنٹرول کرنے اور اس میں ملکیت کے تعلق سے ایک اعتدال اور توازن پیدا کرتا ہے۔

دراصل معاملہ یہ ہے کہ انسان جیسے جسمانی طور پر مریض ہوتا ہے۔ ایسے ہی روحانی طور پر بھی مریض ہوتا ہے۔ اس کی روح بھی بیمار ہوتی ہے۔ جسم بیمار ہو جائے تو ہم اس کے علاج کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ بیمار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جسم کی حالت بگڑ گئی۔ انسان میں ایک ایسی حالت پیدا ہوگئی ہے، جو نارمل نہیں ہے۔ اب اس حالت کو توازن اور اعتدال کے ساتھ برقرار رکھنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کی جاتی ہے۔ تاکہ جسم نارمل حالت میں کام کرنے لگے۔ اسی کا نام صحت ہے۔

ایسے ہی انسانی روح جب جسم کے ساتھ ملتی ہے تو اس کا بھی ایک اعتدال اور توازن کا مزاج ہے۔ یہ مزاج اگر بگڑ جائے تو روح بھی بیمار ہو جاتی ہے۔ جسم کے امراض کے علاج کی فکر تو ہم ہم سے ہر آدمی کرتا ہے۔ دنیا کا ہر انسان خواہ کسی مذہب، نسل، خطے یا علاقائی انسانی شناخت رکھتا ہو، جسم کی بیماری کے علاج کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ فکر مند ہوتا ہے کہ مجھے اپنے جسم کا علاج کرنا چاہیے، لیکن روح کی بیماری پیدا ہوتی ہے تو اس کے علاج کی طرف توجہ ہی نہیں دی جاتی۔ یہ بڑی فکر کی بات ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ وہ نفس انسانی جس نے زندگی کا بڑا طویل دورانیہ گزارا ہے۔ اس نفس انسانی کا سفر صرف اس دنیا کی محدود زندگی تک نہیں، موت پر اس کا سفر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کا سفر تو اس کے بعد ایک نئے دائرے میں داخل ہوتا ہے اور ایک طویل زندگی عالم برزخ، حشر اور اس کے بعد کے مراحل میں گزارنی

اور ہائیزروجن ہیں۔ آکسیجن کے اپنے خواص ہیں اور ہائیزروجن کے اپنے خواص ہیں۔ دونوں کے باہم ملنے سے ایک تیسرا دائرہ وجود میں آتا ہے، جس کو ہم پانی کہتے ہیں۔ اب پانی میں صرف آکسیجن کے خواص ہوں اور ہائیزروجن کے خواص سرے سے ختم ہو جائیں، تو اس کو پانی نہیں کہتے۔ پانی کی ایک خاص کیمسٹری ہے۔ اس کا اپنا ایک تشخص ہے، جو ایک تناسب کے ساتھ دونوں کے باہمی ملنے اور دونوں کے باہمی توازن سے وجود میں آیا ہے۔ اب روح کے بارے میں یہ تصور کرنا ہے کہ وہ جسم کے تمام تقاضوں سے فارغ ہو کر صرف فرشتہ بننے کے خواص اپنالے۔ یہ روح کا غلط تجربہ ہے۔ اور جب روح کے بارے میں یہ تصور غلط ہے تو اس کے امراض کی تشخیص کا عمل بھی غلط ہے۔ اور اس کے علاج کا طریقہ کار بھی درست نہیں۔ روح اور جسم، ملکیت (روحانیت) اور بہیمیت (حیوانیت) کے ملنے سے ایک نیا تشخص وجود میں آیا، جس کو حضرت انسان کہتے ہیں۔ یہ حضرت انسان نہ تو فرشتہ ہے اور نہ یہ جانور۔ بلکہ تیسری مخلوق ہے۔ اس کی اپنی ایک کیمسٹری ہے۔ اس کی کیمسٹری میں سے حیوانی اجزا کو بالکل ختم نہیں کیا جاسکتا۔ جس دن اس کی کیمسٹری میں حیوانیت کے اجزا ختم ہو گئے تو انسان انسان نہیں رہے گا۔ اور نہ ہی انسان کی کیمسٹری سے ملکیت کو خارج کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ ملکی تقاضوں کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ جس دن وہ خارج ہو گئے تو یہ انسان جانور کے مقام پر چلا جائے گا۔ یہ انسان نہیں رہے گا۔ انسان تو دونوں کے توازن، اُن کے اعتدال، دونوں کی باہمی نسبت اور تناسب سے وجود میں آیا۔ تو اس کی روح کے دونوں ہی تقاضے ہیں۔ اس کے حیوانی تقاضے بھی ہیں، اور اس کے ملکی تقاضے بھی ہیں۔

یہ تو انسانی نفس ناظر اور روح کی حقیقت و ماہیت ہے۔ پھر اس روح کا مزید تحلیل و تجزیہ کیا جائے تو اس کے تین بنیادی اجزا میں سے ایک ”نفس“ ہے۔ جو طبعی نظام کو کنٹرول کرتا ہے۔ اس نفس طبعی کا بنیادی کام جسم کے ان تمام تقاضوں کا مطالبہ کرنا ہے۔ جو انسانی جسم کی نشوونما کے لیے ضروری ہے۔ اس مزاج انسانی کی بقا کے لیے، دنیا میں اس کو بھوک لگتی ہے۔ پیاس لگتی ہے۔ گرمی سردی سے بچاؤ کی ضرورت ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ کسی انسان میں یہ طبعی خواص ختم ہو جائیں، اس کی بھوک پیاس مٹ جائے۔ اس کو گرمی سردی کے احساسات ختم ہو جائیں تو یہ انسان کا کوئی کمال نہیں ہے۔ ایک انسان ہے۔ اسے بھوک لگی ہو۔ اور اسے بھوک کا احساس ہی نہ ہو۔ پیاس لگی ہو اور پیاس کا احساس ہی نہ ہو۔ گرمی سردی کے مسائل ہوں اور اسے پتھر کی طرح احساس ہی نہ ہو۔ ایسی رہبانیت، ایسا وجود، ایسی محدودیت دین اسلام کی تعلیمات کا حصہ نہیں ہے۔ انسان کے مزاج کا حصہ نہیں ہے۔ اس نفس کو اعتدال کے ساتھ اپنے حقوق پہنچانے ہیں۔ اور ان حقوق کو پورا کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرنی ہے۔ اعتدال کا مطلب یہ ہے کہ نہ ہو کھانے پر آئے تو جانوروں کی طرح کھاتا چلا جائے۔ حد سے بڑھی ہوئی بھوک اور حد اعتدال سے کم درجے کی بھوک دونوں ہی انتہا میں ہیں۔ حد سے بڑھی ہوئی پیاس اور حد سے کم درجے کی پیاس دونوں ہی جسم انسانی کے لیے، اور نفس انسانی کے لیے نقصان دہ ہیں۔ اس میں یہ اعتدال اور توازن پیدا ہونا ہی دراصل اس کا مزاج ہے۔

روح کے اس حصے یعنی ”نفس طبعی“ کے اعتدال کی حالت یہ ہے کہ اس میں بنیادی انسانی حقوق کے حاصل کرنے میں اعتدال کی حالت ہو۔ کہ نہ تو وہ ذلت کو قبول کرے، اور نہ بھوک اور مفلسی کو قبول کرے، اور نہ وہ زسوائی اور غلامی کو قبول کرے اور نہ عزت و افتخار کی بنیاد پر تکبر اور غرور اور آمریت میں مبتلا ہو۔ اور نہ تعیشات کے دائرے میں داخل ہو، اور نہ بد اخلاقی کا مظاہرہ کرے۔ اسے اعتدال کی حالت پر رہنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک آدمی کا اگر نفس طبعی بیمار ہو تو بیماریاں دوسم کی ہوتی ہیں۔ ایک غلام قوم کی بیماریاں ہوتی ہیں۔ اور غلام قوم کے نفس طبعی کی بیماری یہ ہوتی ہے کہ اس میں سے اپنے حقوق کا احساس مٹ جائے۔ اور اس کو ذلیل کیا جائے۔ اور وہ ذلت کو عزت سمجھتا ہے۔ اس کو سیاسی آزادی سے محروم کر دیا جائے۔ وہ اس کو افتخار کی علامت سمجھتا ہے۔ اسے غلامی میں مبتلا کر دیا جائے۔ اور وہ اپنی غلامی کا نام آزادی رکھ لے۔ اسے دو وقت کھانے کی روٹی نہیں ملتی۔ لیکن وہ اسے

مقدر قرار دے کر قبول کر لے۔

الغرض اگر ایک آزاد، حریت پسند اور جرأت مند انسان اپنے ان طبعی بنیادی حقوق کو چھوڑ کر، اپنے طبعی نفس کی حد اعتدال سے گر گیا، اور پستی کی طرف چلا گیا تو یہ اس کا روحانی مرض ہے۔ اب اس کے علاج کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ اُس میں آزاد قوموں کی طرح اپنے بنیادی انسانی حقوق کا شعور پیدا کیا جائے۔ احساس دلایا جائے کہ ایک نارمل انسان کے بنیادی انسانی حقوق کیا ہوتے ہیں؟ اسی طرح اگر کوئی قوم غلام ہو جائے تو اس کے روحانی مرض کا علاج یہ نہیں کہ اس کو اپنی غلامی کو مقدر سمجھ کر قبول کرنے کا درس دیا جائے۔ وہ بھوکا ہے تو اس کو مزید بھوک کے فضائل سنائے جائیں۔ وہ پستی کی حالت میں ہے تو اس کی پستی کو عزت بنا کر پیش کیا جائے۔ اور پھر انھیں دین اسلام کی تعلیمات کا حصہ بنا کر پیش کیا جائے۔ نہیں! اس کی روح کے مرض کا علاج تو یہ ہے کہ ان گروے بڑے لوگوں کو اٹھا کر ان کے اندر جرأت اور ہمت پیدا کی جائے۔ اپنے حقوق کا شعور دیا جائے۔ حقوق کو حاصل کرنے کے لیے ان میں تحریک پیدا کی جائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہم طبعی اپنے بنیادی حقوق سے محروم تھا۔ غلامی کی حالت میں تھا۔ اور اپنی اس غلامی کو مقدر سمجھ کر قبول کیے ہوئے تھا۔ اور ابو جہل، عتبہ، شیبہ کا نظام، مکہ کے اُن غلاموں کو ذلیل اور سوا کیا کرتا تھا۔ تو اب ان امراض کا علاج کیا ہے؟ بلال کے سامنے یہ وعظ کتنا کہ یہ تمہارا مقدر ہے؟ حقوق مانگنا، یہ تمہارے نفس کی شرارت ہے؟ بلال کی روح کے امراض کا علاج تو وہ ہے، جو محمد مصطفیٰ نے کیا: کہ نہیں! اس غلامی کے ماحول سے نکلو! مرعوبیت کے ماحول سے نکلو۔ اپنے آپ کو بلند کرو۔ عزت و افتخار، ساحت نفس اور بلندی نفس اپنے اندر پیدا کرو۔ عزت اور وقار سے جینے کا حوصلہ پیدا کرو۔ تو غلام قوم کے روحانی امراض کا علاج اس کے اندر اپنے حقوق کی سوچ پیدا کرنا ہے۔ آزادی اور حریت کا جذبہ بیدار کرنا ہے۔

اور روحانی بیماری کی دوسری قسم وہ ہے جو مکہ کے متکبرین میں ہے۔ وہاں کے مسأد و متصرف میں ہے۔ ان کی روح کا مرض یہ ہے کہ ان کا نفس دوسری انتہا پر پہنچا ہوا ہے۔ جاہ پرستی اور تکبر کے اندر مبتلا ہیں۔ وہ تعیشات میں مبتلا ہیں۔ ان کی اس بہیمیت (حیوانیت) کو توڑا جائے، ان کو اس تکبر کے مقام سے نیچے گرایا جائے۔ اعتدال اور توازن، ان کے اندر پیدا کیا جائے۔ اب ہر ایک انسان کے علاج کا ایک ہی طریقہ اپنانا درست نہیں۔ یہ تو آج کے دور کے رجعت پسند مذہبی طبقوں اور روایتی خانقاہوں کا طریقہ ہے۔ انھوں نے تمام لوگوں کا ایک ہی طریقہ کار کے مطابق علاج تجویز کر دیا۔ ایک متکبر، جاگیر دار، سرمایہ دار، مراعات یافتہ طبقے کے امراض کے علاج کرنے کا طریقہ وہی اختیار کیا جائے، جو ایک کسان، مزدور، غریب اور ایک غلام آدمی کے لیے بھی ہو، تو ایسے طریقہ علاج کو کیسے درست کہا جائے گا؟

**90-80** فیصد آبادی بنیادی انسانی حقوق سے محروم ہے۔ اس کی روح کے علاج کا طریقہ تو یہ ہے کہ اس میں حقوق کی شناخت پیدا کی جائے۔ ان میں شعور بیدار کیا جائے کہ انسانی سماج کیا ہے۔ عزت و افتخار سے سماج کیسے بنتا ہے۔ اس کے مسائل کیسے حل کیے جاسکتے ہیں۔ سیاست کیا ہوتی ہے۔ کیا وہ صرف سرمایہ داروں اور جاگیر داروں کے گھر کی لٹری ہے؟ نہیں! اس لیے ہوئے طبقے میں سیاسی آزادی کے لیے جذبہ بیدار کرنا، عوامی طاقت کو منظم کرنا، اس کو عزت و افتخار کی طرف لے جانا، یہ اس کی روح کا علاج ہے۔ اب بے چارے غریب آدمی مسجد کے اندر آ کر جمع ہو جاتے ہیں، اور انھیں دنیا جہان کے تمام خوف ناک واقعات سنا کر مزید ان کے نفس کو توڑنے، ذلیل اور رسوا کرنے، غلامی کو برداشت کرنے، مقدر کی بنیاد پر اپنی زندگی کو بسر کرنے کا درس دیا جاتا ہے۔ ہمارا مذہبی طبقہ اس لیے ہوئے طبقے کو مزید پینے کے لیے تیار رہتا ہے۔ اسی کے لیے سارے قواعد و ضوابط ہیں، اس کے لیے ساری تنگیوں اور سختیاں ہیں۔ اس کے مقابلے میں کوئی سرمایہ دار، جاگیر دار آ جائے تو اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ مدرسے میں چندہ دے کر مطمئن ہو جائے کہ جنت کا ٹکٹ اسے مل گیا۔ اس کے لیے کسی قسم کے تربیتی طریقہ کار کی ضرورت نہیں ہے۔ کتنی خوف ناک بات ہے۔ کتنا غلط طریقہ کار ہے۔

انبیاء کم زور لوگوں کے نفس طبعی میں اعتدال پیدا کرتے ہیں۔ قرآن نے کہا: ”وَيُؤَيِّدُ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا جِئْتُم بِالنَّفْسِ الطَّيِّبَةِ فِي الْأَرْوَاحِ“ (3:28) ”ہم احسان کرنا چاہتے ہیں کم زور لوگوں پر۔“ وہ بنی اسرائیل جو غلامی اور پستی کی حالت میں ہیں، ان کو اٹھا کر امام اور حاکم بنانا چاہتے ہیں۔ وہ فرعون جس میں فساد ہے، تکبر ہے، آمریت ہے، اس کے اس سسٹم کو توڑ کر اسے بھی حد اعتدال پر لانا چاہتے ہیں۔ یہ انبیاء کا طریقہ علاج ہے۔ اب انبیاء کے طریقہ علاج کے قرآنی اصول کو چھوڑ کر ذاتی خواہشات کی بنیاد پر امراض کے علاج کے دعوے کرنا، یہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟

امام شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ انسانی نفس کا ایک پہلو، اس کا نفس طبعی ہے۔ اس کو بنیادی انسانی حقوق کا تعارف کرانا، اس میں شعور پیدا کرنا، اس میں حقوق کے لیے تحریک پیدا کرنا، جدوجہد اور جذبہ بیدار کرنا، یہ اس کی روح کا علاج ہے۔ اور اس کے نفس ناطقہ کے اس پہلو کا علاج ہے۔ رمضان کا روزہ یہی کام کرتا ہے۔ کہ انسانی روح میں جو عدم توازن پیدا ہو جاتا ہے، اس عدم توازن کو توڑنے کے لیے یہ روزہ کر دانا کرتا ہے۔ ایک مزدور بھی روزہ رکھتا، ایک کسان بھی روزہ رکھتا، ایک کاروباری بھی روزہ رکھتا، ایک پیسے والا بھی روزہ رکھتا ہے۔ روزے کے نتیجے میں اسی مزدور اور کسان کے اندر یہ جذبہ بیدار ہوتا ہے کہ وہ انسانی حقوق کی ادائیگی کے لیے بدرکار میدان پیدا کرے۔ رمضان کے مہینے میں ہی اسی روزے نے ان 313 کم زور لوگوں میں اتنی توانائی پیدا کی کہ انھوں نے ابو جہل کے اس پورے سسٹم کو توڑا۔ اس کا مقابلہ کیا۔ مزاحمت کی۔

اب اس کے کچھ بنیادی تقاضے ہیں۔ ان تقاضوں کی تکمیل کے لیے روزہ رکھنا ہے۔ اور یہی مطلب ہے نبی اکرم کی اس حدیث کا: ”من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه۔“ جو گناہ پہلے ہو چکے ہیں، غفلت پیدا ہو چکی، آزادی کے حصول میں غفلت، غلامی سے نکلنے میں غفلت، تکبر اور آمریت کے دور سے نکلنے میں غفلت، جس نے اپنی اس غفلت کو توڑ لیا، جس نے اللہ کے تعلق سے ایک نظریے کے ساتھ روزے رکھے۔ اس کا نظریہ ہے کہ اس نے اپنی اس روح میں اعتدال پیدا کرنا ہے۔ افراط و تفریط کو ختم کرنا۔ ”ایماناً“ ایک ایمانی نظریے کے ساتھ۔ اور نہ صرف یہ، بلکہ وہ ”احتساباً“ یعنی اپنا محاسبہ بھی کرتا ہے۔ اپنے محاسبے میں ”خود تنقیدی“ کا ماحول بھی پیدا کرتا ہے۔ اس روزے کے نتیجے میں یہ سوچے کہ جو نظریہ ہم نے قائم کیا ہے کہ مستضعفین کو امام بنانے کا، جو ہم نے سوچ بنائی تھی متکبرین کے سسٹم کو توڑنے کی، جو ہم نے ایمان قائم کیا تھا، اللہ سے سچا تعلق قائم کر کے انسانی خدمت کا نظام بنانے کا، کیا ہمارا عمل اس کے مطابق ہے۔ ہمارا ماحول اس کے مطابق ہے۔ ہمارا سسٹم اس کے مطابق ہے۔ ہمارا کردار اس کے مطابق ہے۔ ہمارے اخلاق اس کے مطابق ہیں۔ ہمارے رویے ویسے ہیں۔ ہمارے اندر ویسی مہارتیں اور صلاحیتیں موجود ہیں۔ جو ان مقاصد کے حصول کے لیے کر دانا کرتی ہیں۔ یہ محاسبہ نفس ہے۔

نظریہ یہ ہے کہ نفس انسانی اعتدال پر آئے۔ اپنے حقوق کی پہچان پیدا ہو۔ اللہ کے حق کو پہچانے۔ مخلوق کے حق کو پہچانے۔ معاشرے کے حق کو پہچانے۔ کیا یہ حقوق پہچانے ہیں؟ ان پر عمل کر لیا؟ نظام اس کے مطابق موجود ہے؟ نہیں موجود تو اس نظام کو قائم کرنے کی فکر، اس کے لیے جدوجہد، اس کے لیے صلاحیت پیدا کرنا۔ اس کے لیے تنظیمی طاقت پیدا کرنا۔ اس کے لیے منظم ہونا۔ اس کے لیے شعور بلند کرنا۔ یہ احتساب ہے۔ گویا کہ غفلت اور مادی شغف کرے، مروجہ بیت کا خاتمہ کرے۔ بلندی پیدا کرے۔ حوصلہ بلند کرے۔ جرأت و ہمت پیدا کرے۔ بزدلی کا خاتمہ کرے۔ اپنے اخلاق درست کرے اور رویے صحیح کرے۔ اب ہدف بڑا اونچا ہے کہ نفس میں اعتدال پیدا کرنا ہے۔ اس نے یہ تمام مقاصد حاصل کرنے ہیں۔ تو جتنا ہدف اونچا ہوتا ہے، اتنی ہی اونچے درجے کی مہارت اور صلاحیت کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ تو کیا یہ مہارت اور صلاحیت ہے؟ نہیں ہے تو اس کے حصول کا طریقہ کیا ہے۔ یہ ہے احتساب۔ یہ مہارتیں کیسے پیدا ہوں گی۔ یہ سیکولز کیسے آئیں گی۔ یہ طاقت و قوت کیسے پیدا

ہوگی۔ ان نتائج کے حصول کا طریقہ کار کیا ہوگا۔ یہ تمام چیزیں احتساب میں شامل ہیں۔

رمضان ربی طور پر گزارنے کا نام نہیں۔ ربی طور پر عمل کرنے کا نام نہیں۔ ربی طور پر صبح سے شام تک بھوک پیاس برداشت کرنے کا نام نہیں۔ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے آدمی کی مجھے ضرورت نہیں، جو سارا دن بھوک پیاس برداشت کرتا رہا۔ لیکن اس کے رویے صحیح نہیں ہوئے۔ اس کے نفس کے اندر سے تکبر اور غرور ختم نہیں ہوا۔ پستی اور ذلت ختم نہیں ہوئی۔ اور اعتدال کی حالت پیدا نہیں ہوئی۔ اس کے اندر مہارت اور صلاحیت پیدا نہیں ہوئی۔ اس نے اپنے آپ کو بدلا نہیں۔ ابھی بھی غلامی کے نظام کا ساتھ دیتا ہے۔ ابھی بھی کم توانا اور کم ناپتا ہے۔ ابھی بھی وہ بددیانتی کی سیاست کا حصہ بنتا ہے۔ ابھی بھی وہ ظلم کے نظام کا آلہ کار ہے۔ ابھی بھی وہ انسانیت کی تباہی کے لیے کر دانا کرتا ہے۔ اور پھر روزہ بھی رکھتا ہے۔ بھوک پیاس بھی برداشت کرتا ہے۔ ابھی بھی وہ جنگ و جدل میں مبتلا ہے، فساد کا حصہ ہے۔ فساد کی جماعت کا آلہ کار ہے۔ اس روزے نے اس کے اندر کیا تبدیلی پیدا کی۔ نفس انسانی کا ایک اہم پہلو، نفس ناطقہ کا ایک اہم ترین حصہ نفس طبعی ہے۔ اور اس کے مطالبات کو اعتدال کی حد پر رکھ کر ترقی دینا روزے کا بنیادی مقصد ہے۔ (نفس انسانی کے دیگر دو پہلوؤں پر آئندہ بات ہوگی)

آج بڑی ضرورت ہے کہ ہم ان قیمتی لمحات میں جو ابھی ہمیں دستیاب ہونے والے ہیں۔ رمضان کا مبارک مہینہ آ رہا ہے۔ ہم اپنا محاسبہ کریں۔ اس نظریے کی بنیاد پر دین اسلام کی سچی تعلیمات کی اساس پر اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ غفلت کو دور کریں۔ نظریہ درست کریں۔ نظم و ضبط پیدا کریں۔ اعلیٰ اخلاق اپنے اندر پیدا کرنے کا فکر کریں۔ آزادی اور حریت کا جذبہ بیدار ہو۔ جرأت اور ہمت پیدا ہو۔ انسانی زندگی میں اعلیٰ خدمات سرانجام دینے کے لیے جدوجہد اور کوشش کریں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بقیہ: تحریک آزادی اور فکری مغالطے) اس کے مقابلہ میں دنیا جاتی ہے کہ اس خطے کی تحریک آزادی کے رہنماؤں نے سزائیں جھیلیں۔ وہ گولیوں سے چھلنی ہوئے۔ انھیں توپوں کے دھانوں پر باندھ کر اڑا دیا گیا۔ انھوں نے ماننا اور کالا پانی کے جزیروں کو آباد کیا۔ وہاں پر انھیں آگ و خون کی ہولی سے کھیلنے ہوئے برف کے بلاکوں، دیکتے ہوئے انگاروں اور لوہے کی گرم سلاخوں پر لپٹنا پڑا۔ اور یوں تاریخ انسانی میں ظلم و ستم اور وحشت و بربریت برداشت کرنے اور اخلاص و استقامت پر مبنی ایسی ان مٹ خون چکان تاریخ مرتب کی، کہ جسے سنتے ہی انسانیت کا نپ اٹھتی ہے۔ ایثار و وفا اور صبر و استقلال کے ان پیکروں کا پائیزہ کر دار آج کے نوجوانوں کے سامنے لانا تاریخ لازمی تقاضا ہے۔ ہماری نصیبی تاریخ مرتب کرنے والے تاریخ نویس، اس بھیا تک غلطی کے مرتکب ہوئے کہ انھوں نے تاریخ کے شفاف چشمے، جس میں ہر قوم اپنا ماضی دیکھ سکتی ہے، کو بھی تعصب اور فرقہ پرستی کے فرسودہ خیالات سے گدلا کر دیا۔ اور آنے والی نسلوں کے سامنے قومی حریت پسندوں کی جدوجہد کے نشانات راہ نمائے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ایک خود ساختہ نظریے کی بدولت ساری تاریخ لکھی گئی۔ جو ان کے بنائے ہوئے خانوں میں فٹ ہو سکے۔ وہ آزادی کے رہنما ٹھہرے۔ اور جوان کے فرقہ دارانہ نظریہ سیاست کو تسلیم نہ کر سکے، وہ غدار اور گم نام قرار دے دیے گئے۔

جب فرنگی اقتدار کے بد مقابل سیاست کا نام لینے والا کوئی نہ تھا اور اپنے ملک کی آزادی کی بات کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا، اس وقت ولی اللہی جماعت نے علم حریت بلند کیا تھا۔ چنانچہ 1803ء میں دلی پر انگریزوں کے قبضے کے بعد ہندوستان کی آزادی کے لیے فتوائے دارالحرب سے لے کر عمر کھہرہ بالا کوٹ، 1857ء کی جدوجہد آزادی، تحریک ریشمی رومال، تحریک ترک مولات، تحریک خلافت اور عدم تشدد پر مبنی سول نافرمانی کی جدوجہد تک سچے رہنما بانیان قوم اور ولی اللہی جماعت کے علمائے حق نے بے پناہ قربانیاں دیں۔ اور تحریک آزادی کے لیے عظیم الشان کر دار ادا کیا۔

رحمتوں اور برکتوں والا ماہ رمضان المبارک شروع ہونے کو ہے۔ ہمیشہ سے اکابر اولیاء اللہ اور علمائے ربانیین کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ اس ماہ مبارک میں پوری یکسوئی اور توجہ الی اللہ کے لیے کسی ایک ہی جگہ قیام فرما ہوتے ہیں۔ یہ حضرات مشائخ رمضان المبارک کے قیمتی اوقات میں تربیت، ذکر و فکر، تزکیہ عمل اور تصفیہ باطن کے حوالہ سے نہایت اہتمام کرتے ہیں اور اس کو صفائے باطن کے لیے اکسیر سمجھتے ہیں۔ اس حوالہ سے مشائخ رانے پورا دوران سے تعلق رکھنے والے احباب کا بھی گزشتہ تقریباً ایک صدی سے معمول چلا آ رہا ہے کہ وہ اس ماہ مبارک میں انابت الی اللہ اور سالکین و طالبن کی تربیت کے لیے کسی ایک جگہ قیام فرما ہوتے ہیں۔ اس کے مطابق اس سال موجودہ مسند نشین خانقاہ رانے پور

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رانے پوری مدفیوضم

پورا ماہ رمضان المبارک 1431ھ (11 اگست 2010ء تا 9 ستمبر 2010ء)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

میں قیام فرما ہوں گے۔ تمام احباب سے گزارش ہے کہ اپنی اخلاقی اور روحانی ترقی کی فکر کریں۔ اور اس ماہ مبارک میں اپنی دیگر مصروفیات ملتوی فرما کر شیخ رانے پور حضرت اقدس مدظلہ العالی کی معیت میں کچھ وقت لگائیں۔

### ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) کے دستِ نیکم میں معمولات ماہ رمضان

اس سال ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) کے تینوں ریجنل کمپنیز کراچی، سکھر اور ملتان میں ماہ رمضان المبارک میں درج ذیل معمولات ہوں گے۔ جو احباب ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رانے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں رمضان المبارک نہ گزر سکیں، وہ حضرت رانے پوری مدظلہ کی نگرانی میں قائم ان ریجنل کمپنیز میں ماہ رمضان المبارک کے معمولات میں شرکت فرمائیں: 1۔ بعد از نماز عصر مجلس ذکر کا انعقاد تینوں ریجنل کمپنیز میں روزانہ بعد نماز عصر مشائخ رانے پور کے معمولات کے مطابق مجلس ذکر کا انعقاد ہوگا۔ جس میں ان شہروں اور متعلقہ علاقوں کے تمام احباب بھرپور شرکت کریں گے۔

2۔ نماز تراویح کا اہتمام اور پڑھے ہوئے پارے کا تفسیری خلاصہ: تینوں ریجنل کمپنیز میں نماز تراویح کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ جس میں جدید قراء حضرات نماز تراویح میں قرآن پاک سنائیں گے۔ اور تراویح کے بعد پڑھے ہوئے پارے کا تفسیری خلاصہ بیان کیا جائے گا۔ نیز مشائخ علمائے ربانیین کے ملفوظات وارشادات پڑھ کر سنائے جائیں گے۔

ملتان ریجنل کمپنیز میں ہونے والے معمولات کی رہنمائی اور نگرانی حضرت مولانا مفتی سعید الرحمن مجاز حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رانے پوری مدظلہ فرمائیں گے۔ جب کہ سکھر ریجنل کمپنیز میں ہونے والے معمولات حضرت مولانا محمد عبداللہ عابد سندھی اور محترم جناب ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی کی رہنمائی اور نگرانی میں سرانجام پائیں گے۔ اور کراچی ریجنل کمپنیز میں مولانا زوہیب حسن، مولانا مفتی اللہ بخش اور مولانا عطاء الرحمن شیرازی کی معیت میں یہ تمام معمولات سرانجام پائیں گے۔ تینوں ریجنل کمپنیز کے رابطہ نمبرز اور پتے درج ذیل ہیں:

ریجنل کمپنیز کراچی: رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21، راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی فون نمبر 36320707, 36321616 - 0092-21  
ریجنل کمپنیز سکھر: فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل پارٹمنٹ، ریس کورس روڈ، سکھر۔  
فون نمبر: 0092-71-5615185  
ریجنل کمپنیز ملتان: رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی، چوگی نمبر 7، ایل ایم کیورڈ، ملتان فون نمبر: 0092-61-6212021

### معمولات ماہ رمضان المبارک ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رانے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں رمضان المبارک گزارنے والے احباب کے معمولات عام طور پر درج ذیل ہوتے ہیں:

#### ● نوافل، ذکر واذکار و تلاوت قرآن حکیم

علی الصبح تقریباً 3 بجے تمام احباب بیدار ہوجاتے ہیں، نماز تہجد ادا کرتے ہیں اور ذکر وغیرہ دیگر معمولات پورے کرتے ہیں۔ اس کے بعد سحری کا اہتمام کیا جاتا ہے، جو حضرت کھانے سے فارغ ہوجاتے ہیں وہ نوافل یا تلاوت قرآن حکیم میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ اس دوران حفاظ کرام حضرت اقدس مدظلہ العالی اور علمائے کرام کو نوافل میں قرآن حکیم سناتے ہیں۔

#### ● تربیت اور تزکیہ کے حوالے سے احادیث نبویہ کا درس

نماز فجر کے بعد حدیث نبوی ﷺ کا درس ہوتا ہے، جس میں نبی کریم ﷺ کی انسانیت نواز تعلیمات اور آپ ﷺ کی سیرت و کردار کے بہت سے پہلوؤں کو واضح کیا جاتا ہے۔

#### ● تربیت اور تزکیہ کے حوالے سے قرآنی موضوعات پر لیکچرز

تقریباً صبح 9 بجے تمام احباب بیدار ہوجاتے ہیں اور نماز چاشت کے بعد تربیت اور تزکیہ کے حوالے سے قرآنی موضوعات پر لیکچرز ہوتے ہیں، جن میں قرآن حکیم کے علوم و معارف کا بیان ہوتا ہے۔ ان لیکچرز کے دوران ممتاز صوفیائے کرام اور محققین علمائے ربانیین کے بیان فرمودہ تفسیری نکات و اشارات کی روشنی میں تربیت اور تزکیہ اور دینی امور سے متعلق شعور آگیا اور اس کا فکر پیدا کیا جاتا ہے۔

#### ● ”حجۃ اللہ الباقیہ“ کا درس

اسی دوران علمائے کرام اور اساتذہ و محاضریں کے لئے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کی علوم و معارف پر مشتمل کتاب ”حجۃ اللہ الباقیہ“ یا ”البدور الباقیہ“ کا درس ہوتا ہے۔

#### ● مسائل دینیہ کا بیان

نماز ظہر کے بعد دین کے ضروری احکام و مسائل اور ان کے آداب و فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔ اور دینی حوالہ سے علمی تربیت پر زور دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد احباب اپنے معمولات اور تلاوت قرآن میں مشغول ہوجاتے ہیں۔

#### ● دینی موضوع پر لیکچر

اس کے بعد کسی اہم دینی موضوع پر لیکچر ہوتا ہے۔ اور حالات حاضرہ کے حوالے سے نوجوانوں کو دینی ذمہ داریوں اور عملی جدوجہد کے شعوری تقاضوں سے آگاہی دی جاتی ہے۔

#### ● مجلس ذکر و دعا

نماز عصر کے بعد حضرت اقدس رانے پوری مدظلہ العالی کی معیت میں مجلس ذکر ہوتی ہے، ذکر کے بعد حضرت اقدس مدظلہ العالی تمام احباب و متعلقین کے لئے خصوصی دعاء فرماتے ہیں۔ نماز مغرب کے بعد احباب سنن و نوافل ادا کرتے ہیں، پھر کھانا ہوتا ہے، اسی دوران حفاظ کرام ادا بین میں حضرت اقدس مدظلہ العالی کو قرآن حکیم سناتے ہیں۔

#### ● تراویح میں پڑھے ہوئے پارے قرآن کا تفسیری خلاصہ

نماز عشاء اور نماز تراویح کے بعد پڑھے ہوئے پارے کے مضامین کا تفسیری خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ جس میں قرآن حکیم کی سورتوں کے موضوعات اور قرآنی مضامین کے ان بنیادی نکات کی نشاندہی کی جاتی ہے، جو انسانی معاشرہ کی سیاسی، معاشی، عمرانی اور نظریاتی حوالہ سے درست تشکیل کے لیے قرآن حکیم نے بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد تصوف کی کسی کتاب سے مشائخ کے ملفوظات سنائے جاتے ہیں۔

رمضان المبارک اور عید الفطر کے مسائل معلوم کرنے کے لیے پمفلٹ ادارہ رحیمیہ کی جانب سے طبع ہو گیا ہے۔

## نقشہ اوقات سحر و افطار رمضان المبارک 1431ھ / اگست ستمبر 2010ء

سکر		کراچی		کوئٹہ		پشاور		ملتان		اسلام آباد		لاہور		ایام	تاریخ عیسوی	تاریخ ہجری
افطار	سحر	افطار	سحر	افطار	سحر	افطار	سحر	افطار	سحر	افطار	سحر	افطار	سحر	دن	اگست	رمضان المبارک
7:07	4:27	7:11	4:41	7:19	4:28	7:06	3:58	7:01	4:09	7:00	3:53	6:52	3:55	بدھ	11	کیم
7:07	4:28	7:11	4:41	7:18	4:28	7:05	3:59	7:00	4:10	6:59	3:54	6:51	3:56	جمعرات	12	2
7:06	4:29	7:10	4:42	7:17	4:29	7:04	4:00	6:59	4:11	6:58	3:55	6:50	3:57	جمعہ	13	3
7:05	4:29	7:09	4:42	7:16	4:30	7:03	4:01	6:58	4:12	6:57	3:56	6:49	3:58	ہفتہ	14	4
7:04	4:30	7:08	4:43	7:15	4:31	7:02	4:02	6:57	4:13	6:56	3:57	6:48	3:59	اتوار	15	5
7:03	4:30	7:07	4:44	7:14	4:32	7:01	4:03	6:56	4:13	6:55	3:58	6:47	4:00	سوموار	16	6
7:02	4:31	7:06	4:45	7:13	4:33	7:00	4:04	6:55	4:14	6:54	3:59	6:46	4:01	منگل	17	7
7:01	4:32	7:06	4:45	7:12	4:33	6:59	4:05	6:54	4:15	6:53	4:00	6:45	4:02	بدھ	18	8
7:00	4:33	7:05	4:46	7:11	4:34	6:57	4:06	6:53	4:16	6:52	4:01	6:44	4:03	جمعرات	19	9
6:59	4:33	7:04	4:46	7:10	4:35	6:56	4:07	6:52	4:17	6:51	4:02	6:43	4:03	جمعہ	20	10
6:58	4:34	7:03	4:47	7:09	4:36	6:55	4:08	6:51	4:18	6:49	4:03	6:42	4:04	ہفتہ	21	11
6:57	4:35	7:02	4:48	7:08	4:36	6:54	4:09	6:49	4:18	6:48	4:04	6:41	4:05	اتوار	22	12
6:56	4:36	7:01	4:48	7:07	4:37	6:53	4:10	6:48	4:19	6:47	4:05	6:40	4:06	سوموار	23	13
6:55	4:36	7:00	4:48	7:06	4:38	6:51	4:11	6:47	4:20	6:45	4:06	6:39	4:07	منگل	24	14
6:54	4:37	6:59	4:49	7:05	4:39	6:50	4:12	6:46	4:21	6:44	4:07	6:37	4:08	بدھ	25	15
6:53	4:37	6:58	4:49	7:03	4:40	6:49	4:13	6:45	4:21	6:43	4:08	6:36	4:09	جمعرات	26	16
6:52	4:38	6:57	4:50	7:02	4:41	6:48	4:14	6:44	4:22	6:42	4:09	6:35	4:09	جمعہ	27	17
6:51	4:39	6:56	4:50	7:01	4:41	6:46	4:15	6:43	4:23	6:41	4:10	6:34	4:10	ہفتہ	28	18
6:50	4:40	6:55	4:51	7:00	4:42	6:45	4:15	6:42	4:24	6:39	4:11	6:33	4:11	اتوار	29	19
6:49	4:40	6:54	4:51	6:59	4:43	6:43	4:16	6:41	4:24	6:38	4:12	6:31	4:12	سوموار	30	20
6:48	4:41	6:53	4:52	6:58	4:44	6:42	4:17	6:39	4:25	6:37	4:13	6:30	4:13	منگل	31	21
6:46	4:42	6:52	4:53	6:57	4:44	6:41	4:18	6:38	4:26	6:35	4:14	6:29	4:13	بدھ	02	22
6:45	4:42	6:51	4:53	6:56	4:45	6:39	4:19	6:37	4:27	6:34	4:14	6:28	4:14	جمعرات	03	23
6:44	4:43	6:50	4:54	6:54	4:46	6:38	4:20	6:36	4:28	6:33	4:15	6:26	4:15	جمعہ	04	24
6:43	4:43	6:49	4:54	6:53	4:46	6:37	4:21	6:34	4:28	6:32	4:16	6:25	4:16	ہفتہ	05	25
6:42	4:44	6:48	4:55	6:51	4:47	6:36	4:22	6:33	4:29	6:30	4:17	6:24	4:17	اتوار	06	26
6:41	4:44	6:47	4:55	6:50	4:48	6:34	4:23	6:32	4:29	6:28	4:18	6:23	4:17	سوموار	07	27
6:40	4:45	6:46	4:56	6:49	4:49	6:33	4:24	6:31	4:30	6:27	4:19	6:21	4:18	منگل	08	28
6:38	4:45	6:45	4:56	6:48	4:49	6:31	4:24	6:30	4:30	6:26	4:19	6:20	4:19	بدھ	09	29
6:37	4:46	6:44	4:57	6:47	4:50	6:30	4:25	6:28	4:31	6:25	4:20	6:19	4:20	جمعرات	10	30

نوٹ: یہ نقشہ علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کی زیر نگرانی ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں دو منٹ کی احتیاط پیش نظر دینی چاہیے۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ”رحیمیہ“ رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔